

سید اور غیر سید کے نکاح کا مسئلہ

ہمارا ایک مسئلہ ہے جس کی وجہ سے میری بہن بہت مشکل میں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا تعلق ہاشمی سید خاندان سے ہے اور میری بڑی بہن کی شادی بھی سادات قوم میں ہوئی ہے جو کہ بھروسہ بھی ہیں۔ اب جبکہ میری دوسری بہن کی شادی خاندان سے باہر ملک یعنی اعوان قوم میں ہوئی ہے تو میری بڑی بہن کے سراہ والے یہ اعتماد اپنے رہتے ہیں کہ سید قوم والے اپنی بڑی کی شادی غیر سید سے نہیں کر سکتے ورنہ نکاح فتح ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں وہ اپنی تابوں کے حوالے، یہتے ہیں جن میں سے ایک فتاویٰ وضویہ ہے۔ انہوں نے میری بہن کے نیکے آنے جانے پر پسندی نہیں ہوئی تھی۔ جناب احمد بست پریشان ہیں۔ کیا واقعی ایسا ہے کہ ہاشمی سید، غیر قوم میں شادی نہیں کر سکتے؟

کیا ہاشمی سید "غیر قوم" میں شادی کر سکتے ہیں؟ اس سوال کا نعلق تین بنیادی امور سے ہے۔ اول "کیا قرآن و سنت" الہ ایمان میں "ہم قوم اور غیر قوم ہونے کی بنا پر کوئی تفریق حلیم کرتے ہیں؟ دوم" کیا اسلام کے خاندانی نکاح میں نکاح کے درست ہونے کے لیے "کفو" بنیادی شرط ہے؟ اور سوم، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کا عمل کیا ہوتا پیش کرتا ہے؟

اس مسئلے میں چند نکات آپؐ کے غور کرنے کے لیے تحریر کیے جا رہے ہیں۔

قرآن کریم انسانی زندگی کے آغاز و قیام کے حوالے سے فرماتا ہے: "لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس جان سے اس کا جوڑا (زوج) بھایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔" (النساء: ۲۷)۔ یعنی بہت سورہ الحجرات میں بھی فرمائی گئی: "لوگو" ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تم رے شعب (قویں) اور قبائل (برادریاں) بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سو۔ وہ حقیقت اند کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار (متقی) ہے۔" (الحجرات: ۲۹)۔

ان قرآنی بدایات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ انسان بہتائے تحقیق مختلف نہیں ہیں بلکہ ایک مل پاپ کی اولاد ہونے کے سبب یکیں ہیں۔ یعنی وہ عالمگیر انسانیت ہے جس کی بنا پر اسلام نسل و رنگ اور قبیلہ و برادری کی عصیت کے خلاف اخلاقی جملوں کے ذریعے انخلاف برپا کرتا ہے۔ چنانچہ قرباداً گیا کہ وجہ انتیاز قبیلہ، ذات، برادری قوم نہیں ہے بلکہ تقویٰ، نیکی، پرہیزگاری، عمل صلح اور کروار و خصیت ہے۔ قرآن کریم کے اتنے واضح قول فعل کے بعد برادری یا قومیت کو بنیاد بھٹانا اور تقویٰ کو پس پشت ڈالنا وہی عمل ہے جسے یعنی اسرائیل کی مثال دے کر قرآن پاک نے مختلف مغلکات پر سخت پسند کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کو جو اپنے پاپ داوا کے عمل اور روایات کو بنیاد بنا کر یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے تو اپنے آپوں اجداد کو یعنی

کرتے ہوئے پیدا، وہ تو کبھی فلاں قوم یا فلاں برادری کے باہر نکاح اور تعلقات قائم نہیں کیا کرتے تھے، مگر وہ اور اللہ رب العالمین کی جگہ اپنے اجداد کو خدا بنا نے والا قرار دیا ہے۔

سورہ الاحزاب میں جس قدر (value) کو نہایت وضاحت سے پیش فرملا گیا ہے، اس پر ایک نگہ ڈالیے۔ فرمایا: ”بِالْيَتِينَ جُو مَرْدٌ اور عُورَتٌ مُسْلِمٌ ہیں، مُؤْمِنٌ بِجِبِیٰ ہیں، مطْعَجٌ فَرْمَانٌ ہیں، رَاسَتٌ بَازٌ ہیں، صَابِرٌ ہیں اللہ کے سامنے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر میا کر رکھا ہے۔ کسی مومن مزد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ بروے تو پھر اسے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے لور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی تافہی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔“ (الاحزاب ۳۳: ۳۲-۳۵)۔

یہاں دو باتیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں۔ اول، مزد اور خورت میں وجد مساوات ان کا اسلام، ایمان، طاعت، راست بازی، صبر، اللہ کے سامنے جھکنا، صدقہ دینا، روزہ رکھنا اور اللہ کا ذکر کرتا ہے جو ان کے لئے اس دنیا میں ہدایت اور آخرت میں اجر کا باعث ہے۔ یہاں کسی اشارے نہیں ہے۔ یہ بات نہیں کہی گئی کہ شیخ، سید، پیغمبر، چلت، انصاری، فاروقی، زیدی، علوی ہونا ہدایت یا آخرت میں کہ یہاں کی علامت ہے۔ نہ یہ فرملا گیا کہ ان ذاتوں برادریوں یا ”قومیتوں“ کی بنا پر کوئی امتیاز قائم کیا جائے گا۔ متن کا مقصد صرف تعارف ہے، یعنی ایک دوسرے کو پکارنے اور ابلاغ علم کے لئے ایک ہم سے یاد کرنا۔

دوم، یہ بات یہاں واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ قرآن اور سنت سے ایک بات طے کر دینے کے بعد اپنے آباؤ اجداؤ کی دلیل لاتے ہیں اور خود فیصلہ کرنے کا اختیار زبردستی چند جاہلی باتیات کی بنیاد پر حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ ہدایت پر نہیں ہیں۔ قرآن کے اتنے واضح الفاظ میں ایک بات کہ دینے کے بعد کسی اہل ایمان کے لئے اپنی بات پر اصرار کرنا نہ دانشندی ہے نہ دین کے ساتھ محبت و تعلق کی علامت۔ اس لئے جتنی جلدی ہو سکے اس روایت کی اصلاح کرنی چاہیے۔

ایک برادری، نسل لور مل باپ سے تعلق رکھنے والے ان انسانوں کے درمیان اگر فرق کی کوئی بنیاد ہو سکتی ہے تو وہ نسل یا برادری کی برتری نہیں ہے۔ بلاشبہ اسلام سے قبل طبقاتی اور قویت و قبیلہ پر جتنی نکام پیدا جاتا تھا لیکن اسلام نے ان تمام بتوں کو توزیکر صرف تقوی اور عمل صلح کو برتری کی بنیاد قرار دیا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ ازدواج کے حوالے سے یہ اصول بیان فرمایا کہ عام طور پر ایک عورت سے شلوی، اس کی خاندانی شرافت یا حسن و جمال یا دولت کی بنا پر کی جاتی ہے لیکن سب سے بہتر یہ ہے کہ اس کے اخلاق و کروار کی بنیاد پر شلوی کی جائے۔ یہ شفاقتی انقلاب اسلام ہی کا کارنامہ تھا۔ اس کے

عملی اخمار کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایک اعلیٰ نب کی ہاشمی صحابیہ حضرت زینب بنت جوشیہ کا نکاح ایک "غیر قوم" کے نوجوان محلی حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ خود فرمایا۔ گویا ایک ہاشمی اور غیر ہاشمی کا نکاح اپنے دست مبارک سے کر کے قیامت تک کے لیے اپنے عمل سے یہ مثل قائم کر دی کہ شلوی بیان کی بنیاد، نسل و خون نہیں بلکہ تقویٰ اور عمل صلح ہے۔

پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ عام تاثر پلا جاتا ہے کہ اعلیٰ نب کے افراد کی شلوی ان جیسے ہی اعلیٰ نب گھرانوں میں ہو۔ بظاہر اس کا سبب "کفو" کا تصور ہے۔ ہمارے فقہاء رشتہ ازدواج کے حوالے سے "کفو" کے عنوان کے تحت جو بحث کی ہے وہ قرآن و حدیث کے واضح ارشادات کے بعد ہانوی حیثیت القیار کر جاتی ہے۔ حنفی فقہاچہ ہاتوں کو کفو میں شامل کرتے ہیں: اسلام، خاندان، پیشہ، حجت، دین اور مل۔ ظاہر ہے اگر ایک شوہر مسلم ہے اور یہوی اہل کتاب ہے تو اسلام کے لحاظ سے فرق کے پیشہ وجود نکاح باطل نہیں ہوا۔ با ایک شوہر دین کے لحاظ سے عظیم فقیر و مفسر ہے، جید حدیث ہے جبکہ یہوی دین کا بنیادی علم، حرام و حلال کی حد تک جانتی ہے یا اس کے بر عکس، تو دونوں صورتوں میں نکاح باطل نہیں ہو گا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دین، حجت، تقویٰ، پاکبازی، صالحیت جیسے بنیادی اور اہم معلمات میں باہم فرق سے تو نکاح اور رشتہ ازدواج برقرار رہے لیکن اگر حسن، مل یا خاندان یا پیشہ میں فرق ہو تو رشتہ ازدواج خطرے میں پڑ جائے؟

بات نہ مشکل ہے نہ الجھی ہوتی نہ تختی۔ دراصل ہم بعض معلمات میں اپنے اجداد کی روایات کے اتنے سخت غلام ہیں کہ ان سے سرموہنا اپنے "دین" کے متنال سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ "دین" کون سا ہے؟ قرآن و حدیث کی واضح ہدایات والا یا اپنی روایات کی اندھی پیروی کرنے والا۔ یہ نیصلہ چونکہ آپلو اجداد کی روایات کے خلاف لے جاتا ہے، اس لئے گھوم پھر کربات وہیں پر آکر رکتی ہے کہ کیا ہمارے باپ داؤ اور وہ فقہاچہ "کفو" کے حوالے سے خاندان کا ذکر کرتے ہیں۔۔۔ دین سے متوافق تھے۔

جن فقہاء "کفو" پر پت کی ہے، وہ کسی مقام پر یہ نہیں کہتے کہ اگر اختب تقویٰ، حسن، دولت اور خاندان میں ہو تو ایک فاسق و فاجر "اعلیٰ خاندان" والے فلاں نب والے سے شلوی کر دی جائے۔ قرآن کا اصول ہے کہ صلح مرد کے لیے صلح عورت اور خبیث مرد کے لیے خبیث عورت۔ کسی بڑے سے بڑے فقیر کی احتلوی رائے بھی اس اصول کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ بنیاد صالحیت، تقویٰ، عمل صلح اور نیکی ہے، نہ کہ کچھ اور۔

ہاں خاندان اور نب کے بارے میں اگر ہانوی حیثیت سے غور کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ایک فرد تقویٰ، عمل اور ادب و اخلاق کے لحاظ سے کیسا ہے؟ اس کے اطوار و علات کیسے ہیں یا جن دو گھروں میں قریبی تعلق پیدا ہونے جا رہا ہے، ان کا رہن سُن کیسا ہے؟ کیا دونوں میں کوئی مشترک اقدار ہیں یا بعد

العشرين؟ فرض کیجیئے ایک گمراہے میں ہر فرد تعیم یافتہ، اپنی ذوق رکھنے والا ہے جبکہ دوسرے گمراہے نہ تعیم کا روایج لور شوق ہے نہ رہن سن میں سلیقہ اور صفائی ہے۔ ظاہر ہے شلوی کے بعد جب دو افراد اور دو خاندانوں کو ایک ساتھ رہنے کا اتفاق ہو گا تو ہر محاٹے میں اس تضاد کی بنا پر حلقات پیش آئیں گی۔ ایک معمولی سی مثال جو ہمارے معاشرے میں عام طور پر نظر آتی ہے، یہ ہے کہ بعض گمراہوں میں حفظگوں میں جو زبان استعمل کی جاتی ہے، وہ ان کی اپنی روایات میں چاہے قتل اعتراض نہ ہو لیکن ایک نئے آنے والے فرد کے لئے وہ صدے (shock) کا باعث بن سکتی ہے۔ اگر ایک لوگ کے یا لڑکی نے بچپن سے اپنے والدین اور اقریباً کو ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہوئے "آپ" یا حد سے حد "تم" کا لفظ سنا ہو اور شلوی کے بعد ہر لمحے اسے "تو" کہا جائے تو اس کا یہ سمجھنا کہ اسے کمتر سمجھ کر بات کی جاری ہے، بے جانہ ہو گا۔ معلمہ حسن اور نسب کا نہیں، محض طرز مخاطب اور طرز عمل کا ہے۔ اخلاق و ادب کا ہے۔ گویا "کفو" کو ذات بر اوری یا کسی خاص طبقے تک محدود سمجھنا درست نہ ہو گا، اس کا اصل مقصد معاشرتی سلسلہ پر قوت ہے، نہ کہ نسبیت و عصیت۔

اگر اسلام بھی ہندو ازام کی طرح ذات اور نسل پر منی ایک نہ ہب ہو تو جس طرح ہندو ازام میں برہمن کی شلوی برہمن اور ویش اور کشتھی کی شلوی صرف اس کی ذات ہی میں ہو سکتی ہے، ویسے ہی اسلام میں بھی ہوتا۔ لیکن اسلام نے ان تمام جانلی روایات کو توڑ کر زیدؑ کی شلوی ایک ہاشمی انسل صحابیہ حضورؐ کی خونی رشته دار کے ساتھ کر کے ایک نئی معاشرتی روایت کا آغاز کیا۔

امت مسلمہ کے لئے قتل عمل نمونہ آپو اجداؤ کی روایات نہیں، قرآن و حدیث کی تعلیمات ہیں۔ اس لیے ہمیں ہاشمی سید اور "غیر قوم" کے خود ساختہ تصورات سے جو بڑی حد تک بر صیری مقامی روایات کے زیر اثر ہم نے اختیار کر لئے ہیں، لکھنا ہو گا۔ جمل تک فتویٰ کا تعلق ہے، ترجمان القرآن کی یہ روایت رعنی ہے کہ ہم مسائل کی تفصیم کے لئے تو مسئلے پر حفظگو کرتے ہیں لیکن ہماری کوئی رائے فتویٰ کے طور پر پیش کرنے کے لئے نہیں ہوتی۔ البتہ یہ بات بلا خوف تردید کی جاسکتی ہے کہ ایک ہاشمی اور غیر ہاشمی کا نکاح ایک فرد کے غیر سید ہونے کی بنا پر فتح نہیں ہو تا جیسا کہ حضرت زیدؑ کی مثال سے قرآن و حدیث نے خود واضح کر دا ہے۔ ایک شلوی شدہ خاتون کا اس کے میکے آنا جانا بھی ایسے کسی تصور سے متاثر نہیں ہوتا۔ ہمیں جاہیزیے کہ غالباً محلات میں قرآن و حدیث کو اپنا رہنا بہائیں اور محض خاندانی روایات کی بنا پر کسی عمل کو اختیار نہ کریں۔ (ذاکر انیس احمد)